ابھی تو جعفر بیعت کنندۂ حضورؐ کی اور نعتیں آئیں تو نجانے ہمارے تصورات سے کتنی بلند ہوں گی۔

مسلم دنیا ۱۹۹۰ء تحریر و تحقیق: فیض احمد شہابی۔ بہ اہتمام ادارۂ معارفِ اسلامی منصورہ، لاہور۔ صفحات: ۳۹۰۔ سفید کاغذ پر خوشنما کمپیوٹری طباعت۔ سادہ و رنگین ٹائیٹل۔ قیمت: یک صد روپے۔

اس کی ترتیب کچھ ایسی ہے کہ عالمِ اسلام کی اسے YEAR BOOK سمجھ لیجیے۔ مختصر سا پیش لفظ مولانا خلیل حامدی ڈائریکٹر ادارہ نے لکھا ہے۔ پہلا باب ہے "تنظیمیں" یعنی اسلامی ممالک میں کون کون سی تنظیمیں کام کر رہی ہیں۔ پھر موضوع ہے ۱۹۸۹ء حالات و واقعات کے آئینے میں ۔۔ یہ گویا بہت مختصر سا حالات کا سال بھر کا جائزہ ہے۔ پھر ۵۲ ملکوں کے اجمالی کوائف بیان کیے گئے ہیں۔ مثلاً آپ سعودی عرب کو نکالیے، ص ۱۶۲ ۔۔ تو حسبِ ذیل بغلی عنوانات ملیں گے

۱۔ دارالحکومت ۲۔ مختصر تاریخ ۳۔ سعودی حکمران ۴۔ طرزِ حکومت ۵۔ خارجہ پالیسی ۶۔ معیشت ۷۔ تیل سے حاصل ہونے والی آمدنی ۸۔ زراعت ۹۔ صنعت و حرفت ۱۰۔ ذرائع مواصلات۔ (سڑکیں، بندرگاہیں، شہری فضائیہ) ۱۱۔ تجارتی بحری بیڑہ ۱۲۔ بڑے شہر ۱۳۔ معدنیات ۱۴۔ مسلح افواج ۱۵۔ تعلیم ۱۶۔ اخبارات و جرائد ۱۷۔ مشہور روزنامے ۱۸۔ سلسلۂ حالات ۱۹۔ حالاتِ حاضرہ۔

اِس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس کتاب کا نقشۂ ترتیب کیسا ہے۔ نیز یہ طلبہ کے لیے، کوئز پروگراموں کے لیے، صحافیوں کے لیے اور مختلف لائبریریوں کے لیے کتنی مفید ہے۔

متاعِ آخرِ شب مجموعہ کلام حفیظ میرٹھی۔ ناشر: ادارۂ معارفِ اسلامی منصورہ لاہور صفحات: ۱۶۰۔ کاغذ طباعت بہت مناسب۔ سادہ مگر آرٹسٹک ٹائیٹل۔ قیمت درج نہیں۔

حفیظ میرٹھی سے ملاقات کر کے بڑی خوشی ہوئی، جیسے کوئی گم شدہ ساتھی مل گیا ہو۔

مگر سائنفی کہاں، عمر میں وہ بزرگ تر ہیں۔ فن میں فلک رس ہیں۔ انہوں نے بہت سا سفرِ شعر طے کر ڈالا۔ وہ ایسے منزل بلند پر ہیں کہ ہم نیچے سے انہیں بصد رشک دیکھتے ہیں۔

ان کی شاعری کو سمجھنے کے لیے ان کا یہ تجزیہ سُنیے کہ "دَورِ حاضر کا سب سے بڑا مسئلہ شدید قسم کا ذہنی اضطراب، اخلاقی بحران اور مقصدیت کا خلا ہے"۔ دانشور فن کاروں کا حال یہ ہے کہ وہ بچارے خود عقلیت، تجربیت، لذتیت، جدیدیت، اور وجودیت کی موجوں میں غوطے کھاتے ہوئے اس حقیقتِ عظمیٰ کا سرا گم کر بیٹھے ہیں جس کی کسوٹی پر عقلی اور تجربی حقیقت اور تہذیبی یا اخلاقی قدر کو پرکھا جا سکتا ہے۔ چند شعر

بڑے ادب سے غرورِ ستمگراں بولا
جب انقلاب کے لہجے میں بے زباں بولا
حصارِ جبر میں زندہ بدن جلائے گئے
کسی نے دم نہیں مارا مگر دھواں بولا

جب کوئی آغوش کھلتا ہی نہیں اس کے لیے
ڈھانپ کر منہ راکھ کے بستر پہ سو جاتی ہے آگ
امن ہی کے دیوتاؤں کے اشاروں پر حفیظ
جنگ کی دیوی کھلے شہروں پہ برساتی ہے آگ

موجِ رمے سے تراشا ہوا اندازِ خرام
آپ چلتے ہیں کہ چلتی ہے صبا پانی پہ

سب مجھ پہ مہرِ جرم لگاتے چلے گئے
میں سب کو اپنے زخم دکھانے میں رہ گیا
میدانِ کارزار میں آئے وہ قوم کیا
جس کا جوان آئینہ خانے میں رہ گیا
وہ وقت کا جہاز تھا کرتا لحاظ کیا
میں دوستوں سے ہاتھ ملانے میں رہ گیا
بازارِ زندگی سے قضائے گئی مجھے
یہ دَور میرے دام لگانے میں رہ گیا

کون اُٹھاتا ہمیں موتیوں کی طرح
رل گئے خاک میں آنسوؤں کی طرح